OPEN ACCESS
Al-Qālam القلم
P-ISSN: 2071-8683; E-ISSN: 2707-0077
Volume 31, Issue, 1, 2026
http://alqalamjournalpu.com/

فرقِ اسلامیہ کے مفہومِ مخالف سے استدلالات اور ان کے علمی جوابات: اصول و اطلاقات کا تحقیقی جائزہ

Mafhūm al-Mukhālafah in the Arguments of Islamic Sects: A Critical Review of Its Principles, Applications, and Scholarly Responses

Dr. Mufti Usman Ghani
Khateeb, DHA Rehbar Sector, Lahore

Abstract

KEYWORDS:

Mafhūm al-Mukhālafah, Uṣūl al-Fiqh, Theological Arguments; Contrary Implication, Infallibility, Qiyās

Date of Publication:
14-08-2026

CC BY NC ND

The present study, titled **"Arguments Based on the Concept of Mafhūm al-Mukhālafah among Islamic Sects and Their Scholarly Responses: A Research Review of Principles and Applications,"** examines the theological and doctrinal applications of *Mafhūm al-Mukhālafah* (contrary implication), an important interpretive principle in *Uṣūl al-Fiqh*. *Mafhūm al-Mukhālafah*, also known as *Dalīl al-Khiṭāb*, refers to deriving the ruling of an unmentioned case (*maskūt ʿanhu*) from the explicitly stated ruling (*manṭūq*) of textual evidence. Throughout Islamic history, sects such as the Muʿtazilah, Shīʿah, Mujbirah, and Waʿīdiyyah have employed this principle in their arguments concerning sensitive theological issues, including Imamate, infallibility, human capacity, and divine threat. At times, such reasoning has resulted in conclusions that conflict with established principles of Islamic law and definitive textual evidence.

The study comprises three main discussions. First, it identifies the methodological criteria for the validity of *Mafhūm al-Mukhālafah* according to the majority of Sunni jurists. Three fundamental principles are

established. First, if stronger evidence, such as an explicit textual ruling or a Prophetic tradition, exists concerning the *maskūt ʿanhu*, the *Mafhūm al-Mukhālafah* is invalidated. Second, if the qualification attached to the explicitly stated ruling is intended for encouragement, emphasis, or highlighting a particular circumstance, its contrary implication is not considered authoritative. Third, if the unmentioned case falls within the scope of *Mafhūm al-Muwāfaqah* (by equality or greater priority) or is covered by analogy (*qiyās*), *Mafhūm al-Mukhālafah* cannot be considered authoritative.

Second, the study critically examines the arguments advanced by various theological and intellectual sects, as well as atheists, on the basis of *Mafhūm al-Mukhālafah*, and provides scholarly responses to them in the light of authoritative Islamic and exegetical texts. Third, the study presents a synthesis of the discussion and systematically formulates its principal findings and conclusions.

ابتدائیہ

زیرِ نظر تحقیق "فرقِ اسلامیہ کے مفہومِ مخالف سے استدلالات اور ان کے علمی جوابات: اصول و اطلاقات کا تحقیقی جائزہ "علمِ اصولِ فقہ کے ایک اہم تفسیری قاعدے "مفہومِ مخالف" (دلیل الخطاب) کے کلامی و اعتقادی اطلاقات کا محاکمہ کرتی ہے۔ مفہومِ مخالف سے مراد نصوص کے منطوق (بیان کردہ حکم) سے مسکوت عنہ (غیر مذکور صورتِ حال) کا حکم مستنبط کرنا ہے۔ تاریخِ اسلام میں معتزلہ، اہل تشیع، مجبرہ، اور وعیدیہ جیسے فرقوں نے امامت، عصمت، استطاعت، اور وعید جیسے حساس کلامی مسائل میں اس قاعدے سے آزادانہ استدلال کیا ہے، جو بسا اوقات شریعت کے مسلمہ اصولوں اور نصوصِ قطعیہ سے تعارض کا باعث بنا۔ یہ مقالہ تین بنیادی مباحث پر مشتمل ہے۔ ا۔ مفہومِ مخالف سے استدلال کے اصولی معیارات: تحقیق میں جمہور اہل سنت کے نزدیک مفہومِ مخالف کی حجیت کے لیے تین بنیادی ضوابط کا تعین کیا گیا ہے۔ ا۔ پہلا ضابطہ :اگر مسکوت عنہ کے حکم پر کوئی اقوی دلیل (نصِ منطوق یا حدیث) موجود ہو تو مفہومِ مخالف باطل ہو جائے گا (جیسے خطبہ جمعہ میں خاموشی کا حکم، اور قصاص میں نفس کے بدلے نفس کا

عمومی قانون)۔۲۔دوسرا ضابطہ :منطوق بہ حکم میں لگی قید کا مقصد اگر ترغیب،تاکید، یا تفخیمِ حال ہو تو اس کا مفہومِ مخالف معتبر نہیں ہوتا(جیسے مضطر کے لیے مخمصہ کی قید، یا سوگ کے لیے مومنہ عورت کی قید)۔۳۔تیسرا ضابطہ : مسکوت عنہ واقعہ اگر مفہومِ موافق (مساوی یا اولیٰ) یا قیاس کے تحت داخل ہو تو وہاں مفہومِ مخالف حجت نہیں بن سکتا (جیسے یتیم کا مال جلانے کی حرمت، یا والدین کو مارنے کی ممانعت)۔۲۔کلامی و فکری فرقوں کے استدلالات کا محققانہ جائزہ: مقالے میں مختلف فرقوں اور ملحدین کے استدلالات کا علمی و تفسیری نصوص کی روشنی میں رد پیش کیا گیا ہے.۳۔تیسری بحث میں حاصل کلام اور نتائج کو مرتب کیا گیا ہے۔

۲۔تعارف(Introduction)

مفہومِ مخالف، جسے علمِ اصولِ فقہ کی اصطلاح میں "دلیل الخطاب" یا "تخصیص الشیء بالذکر" اور انگریزی میں(A contrary Argument) کہاجاتا ہے، نصوصِ شرعیہ سے معانی و احکام کے استنباط و استخراج کا ایک معروف اور متداول طریقہ کار ہے۔اس کا بنیادی مطلب یہ ہے کہ بیان کردہ صورتِ حال (منطوق) سے غیر مذکور صورتِ حال (مسکوت عنہ) کا شرعی حکم معلوم کیا جائے۔ اسلامی فکر اور تاریخِ استدلال میں مفسرینِ عظام اور متجددین کے ساتھ ساتھ مختلف عقل پرستوں، اہل الحاد اور فرقِ اسلامیہ (جیسے معتزلہ، اہل تشیع، وعیدیہ، اور مجبرہ وغیرہ) نے اپنے اپنے کلامی و اعتقادی نظریات اور فروعی مسائل کی تائید کے لیے مفہومِ مخالف کا آزادانہ استعمال کیا ہے۔تاہم، مفہومِ مخالف کا علی الاطلاق (بغیر کسی قید و شرط کے) استعمال بسا اوقات شریعت کے دیگر مسلمہ اصولوں اور نصوصِ قطعیہ کے ساتھ تعارض (ٹکراؤ) کا باعث بن جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے استدلال کے لیے متفقہ معیارات اور ضوابط کا ہونا ناگزیر ہے۔

۳۔تحقیق کی ضرورت واہمیت(Significance of the Research)

اس تحقیق کی بنیادی اہمیت درج ذیل نکات سے واضح ہوتی ہے:

۱۔یہ تحقیق مفہومِ مخالف کے درست استعمال کے لیے وضع کردہ بنیادی اصولوں اور علمی معیارات کو واضح کرتی ہے، تاکہ نصوص کے غلط سلط مفاہیم اخذ کرنے کا سدِ باب ہو سکے۔

۲۔اس کے ذریعے مختلف فرقِ اسلامیہ کے بنیادی استدلالات اور ان کے فکری رجحانات کی اصل بنیاد تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ ۳۔شریعت کے دیگر تفسیری واصولی قواعد (جیسے منطوق کو مفہوم پر ترجیح دینا) کی روشنی میں الحادی اعتراضات اور کلامی آراء کا محققانہ ومسکت علمی جواب دینے میں مدد ملتی ہے۔

۴۔یہ موضوع فقہ اور علمِ کلام کے باہمی ربط کو سمجھنے اور فکری اعتدال پسندی کو فروغ دینے کے لیے انتہائی ناگزیر ہے۔

۴۔تحقیقی سوالات(Research Questions)

یہ مقالہ درج ذیل بنیادی سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے:

ا۔ مفہومِ مخالف (دلیل الخطاب) کا اصطلاحی مفہوم کیا ہے اور اصولیین کے ہاں اس سے استدلال کے بنیادی معیارات وقوانین کیا ہیں؟

۲۔ مغلوبیتِ اسلام اور خوف وحزن کے حوالے سے پیدا ہونے والے ملحدانہ اعتراضات میں مفہومِ مخالف کا کیا کردار ہے اور مفسرین نے اس کا کیا علمی جواب دیا ہے؟

۳۔فرقہ معتزلہ، اہل تشیع، مجبرہ اور وعیدیہ نے امامت، معصومیت، استطاعت اور وعید جیسے حساس کلامی مسائل میں مفہومِ مخالف سے کس طرح استدلال کیا ہے؟

۴۔کلامی فرقوں کے ان استدلالات کے خلاف جمہور اہل سنت اور مفسرینِ عظام کے علمی واصولی جوابات کی کیا نوعیت ہے؟

۵۔لٹریچر کا جائزہ(Literature Review)

مفہومِ مخالف اور فرقِ اسلامیہ کے استدلالات کے حوالے سے گزشتہ مفسرین اور اصولیین نے گراں قدر سرمایہ چھوڑا ہے، جس کا ذکر اس میں یوں ملتا ہے:

اصولی لٹریچر: شیخ محمد ابو زہرہ نے اپنی تصنیف "اصول الفقہ" میں مفہومِ مخالف کے حجیت اور تخصیص کے قواعد پر تفصیلی بحث کی ہے۔

تفسیری لٹریچر (اہل سنت): امام بیضاوی (انوار التنزیل) اور علامہ نسفی (مدارک التنزیل) نے فاسق کی امامت کے رد میں معتزلہ کے استدلالات کا جائزہ لیا ہے۔ امام فخر الدین رازی (تفسیر کبیر) نے اجتنابِ کبائر اور وعید کے مسائل پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ علامہ ابو السعود، علامہ ابن عاشور (التحریر والتنویر)، اور علامہ ابو حیان الاندلسی (البحر المحیط) نے آیاتِ ہدایت پر ملحدانہ اعتراضات کے اصولی جوابات دیے ہیں۔ جبکہ معاصرین میں علامہ اشرف علی تھانوی (بیان القرآن) نے امامت سے مراد نبوت لینے کا واضح اصولی قرینہ پیش کیا ہے۔

کلامی و تفسیری لٹریچر (دیگر فرق): اہل تشیع کے مفسر علامہ طبرسی (مجمع البیان) نے آیتِ عہد سے ائمہ کی معصومیت پر اور شیخ طوسی (تفسیر التبیان) نے فرقہ مجبرہ کے خلاف استطاعت مع الفعل پر مفہومِ مخالف کے ذریعے استدلال پیش کیا ہے۔ علاوہ ازیں ابو قاسم الکعبی جیسے معتزلی متکلمین کا نقطہ نظر بھی اس لٹریچر کا حصہ ہے۔

مبحث اول: مفہوم مخالف سے استدلال کے اصول و معیارات:

مفہوم مخالف سے استدلال کے اصول و معیارات درج ذیل ہیں۔

ا۔ اصل اول:

مسکوت عنہ کے حکم کو بیان کرنے میں کوئی اقوی دلیل موجود ہو تو مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہو گا، جیسے بعض وہ مسائل جو مفہوم مخالف کی بنیاد پر مستنبط ہوتے ہیں ان کے خلاف میں کوئی نص شرعی موجود ہوتی ہے جو ان پر عمل کرنے میں رکاوٹ بن جاتی ہے، ایسے مسائل میں منطوق حکم کو مفہوم مخالف پر ترجیح حاصل ہو گی۔ اس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔[1] اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اس کا منطوق حکم ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت

خاموش رہنا واجب ہے، یہ تخصیص اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ امام جب خطبہ دے تو خاموش رہنا واجب نہیں ہے، حالاں کہ سب کے نزدیک خطبہ کے وقت خاموش رہنا واجب ہے۔آیت مبارکہ کے مفہوم مخالف کا تعارض حدیث پاک کے منطوق حکم سے ہے، لہذا اس پر عمل نہیں ہو گا بلکہ منطوق حکم کر ترجیح ہو گی۔آپ ﷺ نے فرمایا: اذا قلت لصاحبک انصت والامام یخطب یوم الجمعہ فقد لغوت۔[2] امام کے خطبہ دینے کے دوران کسی کو خاموش رہنے کے لئے بھی کہنا درست نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[3] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں میں بدلہ لینا لکھ دیا گیا ہے، آزاد (قاتل) کے بدلے وہی آزاد (قاتل) اور غلام (قاتل) کے بدلے وہی غلام (قاتل) اور (قاتلہ) عورت کے بدلے وہی (قاتلہ) عورت (قتل) ہو گی،

اس آیت مبارکہ کا منطوق اس پر دلالت کرتا ہے کہ مونث کو مونث کے بدلہ میں قصاصاً قتل کیا جائے گا، اس کا مفہوم مخالف ہے مونث کو مذکر کے بدلہ میں قتل نہ کرنا، جبکہ سورۃ مائدۃ میں ہے:[4] وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ۔

اور ہم نے اس میں ان پر لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان ہے۔اس آیت مبارکہ کا منطوق ہے نفس کو نفس کے بدلہ میں قتل کرنا فرض ہے جس میں مذکر و مونث کا کوئی فرق نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مذکر کو مؤنث کے بدلہ میں اور مؤنث کو مذکر کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا، یہ منطوق ہے۔ مفہوم مخالف والے معنی کا اور منطوق کا تعارض ہے۔ منطوق اولی ہوتا ہے اس لئے منطوق کو ترجیح ہو گی۔

اصل ثانی:

منطوق بہ حکم کی تخصیص کے علاوہ قید کا کوئی اور فائدہ جیسے ترغیب و ترہیب اور تنفیر۔۔۔نہ ہو۔[5] اس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۔[6] پھر جو شخص بھوک کی کسی صورت میں مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ کسی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ اس آیت مبارکہ کا منطوق بتلاتا ہے کہ مضطر صرف مخمصہ کی حالت میں بقدر ضرورت مردار کھا سکتا ہے، اس کا مفہوم مخالف ہے کہ جب مخمصہ کی حالت نہ ہو تو مضطر مردار نہیں کھا سکتا حالانکہ مضطر کو مطلقاً کھانے کی اجازت ہے، مخمصہ کی قید عمومی پس منظر میں ہے کیونکہ عام طور پر مضطر، 'مخمصہ'' ہی کی حالت میں ہوتا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لایحل لامراة تومن بالله و الیوم الاخر ان تحد علی میت فوق ثلاث الاعلی زوج اربعة اشهر و عشرا[7] جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتی ہے اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر اپنے شوہر پر چار مہینے اور دس دن۔

اس حدیث کا منطوق بتلاتا ہے کہ تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے، اس کا مفہوم مخالف کہ ہے جو عورت اللہ پر ایمان نہیں رکھتی اس کے لئے تین دن سے زیادہ سوگ کی اجازت ہے، یہ مفہوم مخالف والا معنی معتبر نہیں ہے، یہ قید تفخیم اور تاکید حال کیلئے ہے، مطلب ہے کہ جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتی ہے وہ تین دن سے زیادہ سوگ کبھی بھی نہیں منائے گی۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: [8] حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ۔ نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے یعنی احکام شرع کا اتباع نیکی کرنے والوں پر لازم ہے، اس کا مفہوم مخالف ہے کہ غیر محسنین پر احکام شرع کی پابندی واجب نہیں ہے، حالانکہ جس طرح محسنین پر احکام شرع واجب ہیں غیر محسنین پر بھی واجب ہیں، یہ معاملہ کی عظمت اور بڑا ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ بتلانا ہے کہ جس طرح احکام محسنین پر واجب ہیں اسی طرح غیر محسنین پر بھی واجب ہیں۔

اصل ثالث:

واقعہ مسکوت عنہ مفہوم موافق یا قیاس کے تحت داخل نہ ہوتا ہو اس لئے کہ مفہوم موافق اور قیاس کو مفہوم مخالف پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[9]إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا۔بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

اس آیت مبارکہ میں یتیم کا مال کھانے کی حرمت ہے۔یہ اس کا منطوق حکم ہے جب کہ اس کا مفہوم مخالف ہے، مال یتیم کو نہ کھانا/مال یتیم کو جلا دینا، اکل مال یتیم کی حرمت منطوق حکم ہے اور مسکوت عنہ احراق مال یتیم ہے، منطوق اور مسکوت دونوں حکم میں برابر ہیں، لہٰذا اس میں مفہوم مخالف حجت نہیں ہوگا۔یہ مفہوم موافق مساوی کی مثال ہے اور مسکوت میں منطوق والا حکم ثابت ہوگا نہ کہ منطوق کی نقیض۔

مسکوت عنہ کے اولیٰ ہونے کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا[10] اگر کبھی تیرے پاس دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ ہی جائیں تو ان دونوں کو ''اف'' مت کہہ اور نہ انھیں جھڑک اور ان سے بہت کرم والی بات کہہ۔

اس آیت مبارکہ کا منطوق حکم ہے کہ والدین کو اف کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے، ممانعت کی وجہ ہے تکلیف واذیت۔والدین کو مارنا، مسکوت عنہ ہے، تکلیف وایذاء جس طرح اف کہنے میں ہے اس سے بڑھ کر والدین کو مارنے میں ہے، بلکہ اف کہنے سے بھی زیادہ ہے، لہٰذا جس طرح اُف کی ممانعت ہے، اسی طرح ضرب کی بھی ممانعت ہے۔یہ مفہوم موافق اولیٰ کی مثال ہے۔

مبحث دوم: فرقِ اسلامیہ کے استدلالات اور ان کے تحقیقی جوابات

ا۔اہل اسلام کی مغلوبیت اور مفہوم مخالف سے مستنبط معنی پر ملحدانہ اعتراض اور اس کا جواب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ [11]۔
پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے پس جو میری ہدایت پر چلیں گے ان پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔

اس آیت مبارکہ کا منطوق حکم ہے کہ ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر کوئی خوف اور کسی قسم کا غم نہیں ہوگا۔

اس آیتِ مبارکہ کا مفہوم مخالف ہے"من لم يتبع هدى الله فسيحل به الخوف والحزن"وہ شخص جو اللہ تعالی کی ہدایت کی اتباع نہ کرے گا وہ خوف اور حزن میں مبتلا ہوگا۔ یہ مفہوم مخالف کی قسم مفہوم شرط ہے جس کی طرف حرف شرط"من"اشارہ کر رہا ہے۔[12]

علامہ ابو سعود فرماتے ہیں:

والمعنى أن من تبع هدايَ منكم فلا خوفٌ عليهم في الدارين من لُحوق مكروه ولا هم يحزنون من فوات مطلوبٍ أي لا يعتريهم ما يوجب ذلك، لا أنه يعتريهم ذلك لكنهم لا يخافون ولا يحزنون ولا أنه لا يعتريهم نفسُ الخوف والحُزن أصلاً بل يستمرون على السرور والنشاط، كيف لا واستشعارُ الخوف والخشيةِ استعظاماً لجلال الله سبحانه وهيبتِه واستقصاراً للجدّ والسعي في إقامة حقوق العبوديةِ من خصائص الخواصِّ والمقرّبين،[13]

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی ہدایت پر عمل کرے گا دنیا اور آخرت میں اس کو کسی بھی قسم کا غم اور دکھ لاحق نہیں ہوگا، اگر لاحق ہو بھی گیا تو یہ ان کے قدموں کو متزلزل نہیں کرے گا۔اس کے متعدد جواب ہیں:

ا۔اس آیت مبارکہ میں آخرت کی زندگی میں خوف و حزن کی نفی کی گئی ہے اہل ہدایت مرنے کے بعد کسی بھی قسم کی پریشانی میں نہیں ہوں گے بلکہ راحت و سکون کو حاصل کرنے کے بعد بے ساختہ ان کی زبان سے نکلے گا[14]:

ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى أَذْهَبَ عَنَّا ٱلْحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ[15] تمام تعریفیں اس پروردگار کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم اور پریشانی کو دور کیا، بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا اور قدر دان ہے۔

۲۔ ہدایت پر چلنے کی صورت میں جنت ملے گی، جنت کواللہ تعالی نے دارِ سرور،اور دارِامن بنایا ہے، جہاں کسی بھی قسم کا خوف اور غم نہیں ہوگا۔ ۳۔اس میں دائمی طور پر خوف اور غم کی نفی کی گئی ہے،اگر خوف و غم پیش بھی آئے گا وہ عارضی ہوگا۔

۴۔ اس کا مطلب ہے" لا خوف عليهم فيما بين أيديهم من الدنيا، ولا هم يحزنون على ما فاتهم منها" دنیا کی زندگی میں آنے والے وقت سے متعلق کسی قسم کا اندیشہ اور خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی جو فوت ہوا اور نہ ملا اس پر کوئی دکھ ہوگا۔[16]

۵۔علامہ طبرسی فرماتے ہیں:

فلا يلحقهم خوف من أهوال يوم القيامة من العقاب ولا هم يحزنون على فوات الثواب فأما الخوف والحزن في الدنيا فإنه يجوز أن يلحقهم لأن من المعلوم أن المؤمنين لا ينفكون منه وفي هذه الآية دلالة على أن الهدى قد يثبت ولا اهتداء وأن الاهتداء إنما يقع بالاتباع والقبول[17]

ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے والوں پر قیامت کے دن کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی غم ہوگا ثواب کے رہ جانے پر،البتہ دنیا میں خوف وحزن پیش آسکتا ہے،اس آیت میں اس پر بھی دلالت ہے کہ ہدایت اور اہتداء میں فرق ہے اہتداء اتباع اور قبولیت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے یہ ہوسکتا ہے کہ ہدایت ہو اور اہتداء نہ ہو۔

٦۔علامہ تھانوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

اللہ والوں اور ہدایت کی پیروی کرنے والوں کی مثال بالکل اس طرح ہے جیسے کوئی مقدمہ میں پھسا ہوا ہو اور عدالت میں اس کی طلبی ہو،اس کا وکیل اس شخص کو مطمئن رکھے اور کہے کہ تم مقدمے سے بری ہونے کا مکمل یقین رکھو،تاہم عدالت میں جانا اور دل میں خوف کو ہونا لازمی امر ہے باوجود اس کے کہ اس شخص کو بری ہونے کا بھی یقین ہے، ہدایت والوں کے خوف وحزن کی مثال بالکل اسی طرح کی ہے جو میدان حشر اور قیامت والے اہل ہدایت کو لاحق ہوگا جس کے ساتھ ساتھ ان کو بری ہونے کا یقین کامل بھی ہوگا۔۔ ۲۔فاسق کی امامت اور فرقہ معتزلہ کا مفہوم مخالف سے استدلال:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۔ [18]اس کا مفہوم مخالف ہے کہ نیک و عادل لوگوں کو امامت کا منصب ملے گا۔اس کی تفسیر میں امام بیضاوی [19]رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔انما ینالها البررة الاتقیاء منهم[20]یعنی یہ شرف نیک لوگوں کو حاصل ہوگا[21]۔

فرقہ معتزلہ فاسق شخص کو امامت (حکومت) کا اہل نہیں سمجھتے،امامت کے لئے عادل ہونا شرط ہے یہ شرط مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے مفہوم مخالف سے مستنبط ہے، جب کہ اہل سنت اور جمہور کی رائے اس کے برخلاف ہے۔معتزلہ کے دلائل درج ذیل ہیں۔۱۔فاسق فسق کی وجہ سے ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور اگرچہ وہ کفر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ معتزلہ "منزلة بين المنزلتين" کے قائل ہیں یعنی ایسا شخص ایمان و کفر کے درمیان اٹکا رہتا ہے، لہذا جو شخص خود مسلمان نہیں ہے وہ مسلمانوں کا امام کیوں کر ہو سکتا ہے۔۲۔فاسق فسق کی وجہ سے ظالم ہے اور امام ظلم کو روکنے کے لئے ہوتا ہے جو شخص خود ظالم ہو وہ امام بن کر ظلم کو کیسے روکے گا؟ لہذا فاسق کو امام نہیں بنایا جا سکتا۔[22]

علامہ نسفی رحمہا اللہ تعالیٰ نے اس کے دو جواب دئے ہیں،۱۔اس آیت مبارکہ میں ظالم سے مراد کافر ہے،جب ظالم کا لفظ مطلق بولا جاتا ہے اس سے مراد کافر ہوتا ہے مطلب یہ ہے کافر امامت کا اہل نہیں ہے۔۲۔حضرت ابراہیم نے سوال کیا کہ بیٹا جس طرح کا ہو اس کو امام بنا دیا جائے اللہ پاک نے بتلایا کہ ظالم کو نبوت نہیں دی جائے گی۔[23]

۳۔مسئلہ امامت و معصومیت اور اہل تشیع کا مفہوم مخالف سے استدلال:

اہل تشیع کے بنیادی اور اساسی عقائد میں مسئلہ امامت ہے، جس طرح مسلمان اور مومن بننے کے لئے آخرت اور رسالت پر ایمان رکھنا لازمی ہے اسی طرح ان کے نزدیک امامت کا اعتقاد رکھنا رکن ایمان ہے۔اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانیت کی ہدایت کے لئے انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری فرمایا جس کا اختتام آقا ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ہوتا ہے اسی طرح آقا ﷺ کے وصال کے بعد اپنے بندوں پر حجت تام کرنے کے لئے امامت کا سلسلہ شروع فرمایا ہے۔ان کے مطابق قیامت تک کے لئے بارہ امام مقرر فرمائے گئے ہیں، بارہویں امام کی آمد پر دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔

یہ بارہ امام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح حجت، معصوم اور مفترض الطاعۃ ہیں، ان کا مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے برابر ہے، دوسرے انبیاء ورسل سے یہ افضل وبرتر ہیں۔امامت کی ترتیب اس طرح ہے۔

۱۔حضرت علی رضی اللہ عنہ، ۲۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ، ۳۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ، ۴۔حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ، ۵۔محمد بن علی (امام باقر)، ۶۔حضرت جعفر صادق، ۷۔حضرت موسی کاظم، ۸۔حضرت علی بن موسی رضا، ۹۔محمد بن علی تقی، ۱۰۔علی بن محمد نقی، ۱۱۔حسن بن علی عسکری، ۱۲۔محمد بن حسن،

ان کے عقیدے کے مطابق بارہویں اور آخری امام محمد بن حسن ۲۵۵ء/۲۵۶ء میں پیدا ہو کر چار یا پانچ سال کی عمر میں معجزانہ طور پر غائب ہو گئے تھے، ابھی وہ زندہ اور کسی غار میں روپوش ہیں، قیامت تک وہ زندہ رہے گے اور قیامت سے پہلے اصلی قرآن جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرتب کیا تھا اور بندوں کی ہدایت کا سارا سامان لے کر نمودار ہوں گے۔[24]

اہل تشیع کے نامور مفسر "علامہ طبرسی" نے اس آیت مبارکہ کے مفہوم مخالف سے اماموں کی معصومیت پر کچھ اس طرح استدلال کیا ہے۔

واستدل أصحابنا بهذه الآية على أن الإمام لا يكون إلا معصوماً عن القبائح لأن الله سبحانه نفى أن ينال عهده الذي هو الإمامة ظالم ومن ليس بمعصوم فقد يكون ظالماً إمّا لنفسه وإما لغيره فإن قيل إنما نفى أن يناله ظالم في حال ظلمه فإذا تاب لا يسمى ظالماً فيصح أن يناله فالجواب أن الظالم وإن تاب فلا يخرج من أن تكون الآية قد تناولته في حال كونه ظالماً فإذا نفى أن يناله فقد حكم عليه بأنه لا ينالها والآية مطلقة غير مقيدة بوقت دون وقت فيجب أن تكون محمولة على الأوقات كلها فلا ينالها الظالم وإن تاب فيما بعد[25]

.اس سے ہمارے اصحاب نے امام کی معصومیت پر استدلال کیا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے عہد یعنی امامت کی ظالم سے نفی کی ہے، اور جو معصوم نہیں ہوگا وہ ظالم ہوگا خواہ ظالم لنفسہ ہو یا لغیرہ ہو، اگر اس پر اعتراض کیا جائے کہ ظالم ظلم کی حالت میں امامت کا استحقاق نہیں رکھتا البتہ جب توبہ کرلے تو وہ ظالم نہ رہے گا لہذا وہ امامت کا مستحق ہو سکتا

ہے،اس کا جواب یہ ہے آیت مطلق ہے جس میں کسی بھی طرح کی قید نہیں ہے یہ ہر طرح کے ظالم کو شامل ہے خواہ اس نے توبہ کی ہو یا نہ کی ہو۔اس کے متعدد جواب ہیں۔

ا۔اس آیت مبارکہ میں ظالم سے مراد کافر ہے،جب ظالم کا لفظ مطلق بولا جاتا ہے اس سے مراد کافر ہوتا ہے مطلب یہ ہے کافر امامت کا اہل نہیں ہے۔

۲۔ان آیات میں امامت سے مراد نبوت ہے اور نبوت پلک جھپکنے کے برابر نافرمانی کرنے والے کی نہیں دی جاتی،اس لئے کہ نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے،امامت سے نبوت مراد لینے کا واضح قرینہ جس کی طرف مفسر قرآن، مجدد زماں حضرت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے:

لو تاملت فی الفاظ الآیة تحققت هذا المعنی لان الله تعالی اسند هذاالجعل الی نفسه خاصة وهو یلیق بالنبوة لان الامامة المتنازع فیها مسندا الی جعل الناس لانها شوری[26]

اگر تامل اور غور کیا جائے تو امامت سے نبوت کے مراد ہونے کا واضح قرینہ یہ ہے کہ امامت عطاء کرنے کی نسبت اللہ تعالی نے اپنی طرف کی ہے اور اللہ پاک کی طرف سے نبوت دیئے جانے کا دستور ہے نہ کہ امامت، نیز امام بنانے کا تعلق لوگوں کے مشاورتی عمل کے ساتھ ہوتا ہے۔

۳۔ عصمت لازمہٗ نبوت ہے، جس طرح یہ تصور کبھی نہیں کیا جاسکتا کہ کسی لمحہ نبوت نبی سے الگ ہو جائے، اسی طرح اس بات کا وہم وگمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ عصمت' نبوت اور نبی سے ایک آن کے لیے بھی جدا ہوسکتی ہے۔ عقیدۂ عصمتِ انبیاء علیہم السلام نہ صرف امتِ مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے، بلکہ دلائلِ نقلیہ (قرآن وحدیث) اور دلائلِ عقلیہ دونوں سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ یہ کوئی بعد کا ایجاد کردہ نظریہ نہیں، بلکہ آغازِ اسلام ہی سے نصوصِ قطعیہ سے ثابت شدہ عقیدہ ہے۔ لہذا غیر نبی کے لئے اس کو ثابت کرنا خاصہ نبوت ورسالت کو نبی اور رسول سے جدا کرنے کے مترادف ہے جو اعلی درجے کی بد دیانتی اور خیانت ہے۔

۴۔ان آیات سے اہم اور عقیدے کے مسئلہ کا اثبات نہیں کیا جا سکتا جس کی بنیاد بھی مفہوم مخالف پر ہے جب کہ معصومیت کا خاصہ انبیاء ورسل ہونا نص قطعی کے "منصوص و منطوق" سے ثابت ہے۔ بالاتفاق منطوق و منصوص کے مقابلے میں مفہوم کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

۴۔روافض کا شیخین پر مفہوم مخالف کی بنیاد پر اعتراض اور اس کا جواب:

اہل رفض نے اس آیت مبارکہ کے مفہوم مخالف سے شیخین کی امامت و خلافت پر اعتراض کیا ہے، اللہ تعالی نے عہد کی ظالم سے نفی کی ہے،لہذا اس کا استحقاق صرف غیر ظالم کے لئے ہے،ان کے بقول شیخین (معاذاللہ)اس میں شامل نہیں ہیں،ان کے بقول جس کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

۱۔ شیخین (معاذاللہ) قبل از اسلام اہل مکہ کے دین پر تھے،اور اس کی وجہ سے ظالم تھے لہذا اس حالت میں ان کو امامت کا نہ ملنا لازمی تھا اور اس سے مطلقاً ان کا امامت کے منصب کے لئے عدم استحقاق ثابت ہوتا ہے۔

۲۔بے شک وہ شخص جو باطنی طور پر گناہگار ہو وہ بھی ظالم ہے اور شیخین کے بارے میں کوئی یقین کے ساتھ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا،لہذا اس سے ان کا معصوم نہ ہونا ثابت ہوتا ہے،اور امامت معصوم کو ملتی ہے۔

۳۔اہل رفض کی تیسری دلیل یہ ہے کہ شیخین مشرک (قبل از ایمان) تھے اور ہر مشرک ظالم ہوتا ہے، لہذا بالاتفاق وہ امامت کے اہل نہیں ہیں یہ نہ کہا جائے کہ وہ کفر کی حالت میں ظالم تھے بعد از اسلام یہ ختم ہو گیا ہے،اس لئے کہ ظالم وہ شخص کہلاتا ہے جس سے ظلم کا صدور ہو خواہ ماضی میں ہو یا حال میں ہو، ظالم سے سمجھ میں آنے والے مفہوم کی دو قسمیں ہیں،اور یہ دونوں قسموں میں مشترک ہے لہذا ایک کے انتفاء سے دوسرے کا نہ ہونا لازم نہیں آتا فی الحال اگر ظالم نہیں ہیں تو اس سے زمانہ ماضی میں ظالم نہ ہونا لازم نہیں آتا یہ ایسے ہی ہے جیسے نائم کو مومن کہا جاتا ہے حالاں کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور نائم نوم کی حالت میں ایمان سے خالی ہوتا ہے، لہذا ظالم اگر مومن بھی ہو جائے تو ماضی میں پائے جانے والے ظلم کی وجہ سے ظالم ہی کہلائے گا۔

اعتراض کا رد:

یہ دلائل عام محاورات کے معارض ہیں جیسے کوئی شخص قسم اٹھاتا ہے کہ وہ کافر کو سلام نہیں کرے گا پھر وہ کسی ایسے ایمان والے سے گفتگو کرے جو ابھی کفر سے اسلام میں داخل ہوا ہو بالاتفاق وہ حانث نہیں ہو گا، جو شخص کفر سے تائب ہو اس کو کافر نہیں کہا جاتا، جو شخص معصیت سے توبہ کرے وہ عاصی نہیں کہلاتا لہذا گزشتہ عمل کی وجہ کسی کو پہلا نام نہیں دیا جاسکتا، اور جیسے اللہ تعالی نے فریا ظالموں کی طرف مائل نہ ہو (} :وَلاَ تَرْكَنُواْ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ] { ھود:113])اس کا مطلب ہے کہ جب وہ ظالم ہوں، اللہ تعالی نے فرمایا احسان والوں پر تمہارا کوئی راستہ نہیں(}:مَا عَلَى ٱلْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ] { التوبۃ:91)مطلب ہے کہ جب تک وہ صفت احسان پر قائم ہوں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امامت سے مراد نبوت ہے اور جو شخص پلک جھپکنے کے برابر نافرمانی کرتا ہے وہ نبوت کا اہل نہیں ہے۔[27]

۵۔ مفہوم مخالف اور محرمات اربعہ کے علاوہ تمام اشیاء کی حلت:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔[28] سوائے اس کے نہیں کہ تم پر مردار اور خون اور سؤر کا گوشت، اور اس چیز کو کہ اللہ کے سوا اور کے نام سے پکاری گئی ہو، حرام کیا ہے، پس جو لاچار ہو جائے نہ سرکشی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

انما کلمہ حصر ہے جس کا مطلب ہے کہ حرمت ان چار اشیاء میں بند ہے، ان کے علاوہ سب چیزیں حلال ہیں ۔یہ مفہوم کی قسم مفہوم حصر ہے۔اس پر اشکال ہوتا ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ محرمات اربعہ کے علاوہ سب چیزیں حلال ہیں حالانکہ اور بھی چیزیں ان کے علاوہ حرام ہیں، حرمت چار میں بند نہیں ہے۔اس اشکال کے متعدد جواب ہیں۔

ا۔یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب صرف یہی چار چیزیں حرام تھیں ان کے علاوہ سب حلال تھیں۔

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ تعالی سورہ انعام کی آیت مبارکہ

قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ کہہ دو کہ میں اس وحی میں جو مجھے پہنچی ہے کسی چیز کو کھانے والے پر حرام نہیں پاتا جو اسے کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کہ وہ ناپاک ہے یا وہ ناجائز ذبیحہ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے، پھر جو بھوک سے بے اختیار ہو جائے ایسی حالت میں کہ نہ بغاوت کرنے والا اور نہ حد سے گزرنے والا ہو تو تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فوقت نزول الايات المذكورة لم يكن حراما غير الاربعة المذكورة فحصرها صادق قبل تحريم غيرها بلاشک فاذا طرا تحريم شیء آخر بامر جديد فذلک لا ينافی الحصر الاول لتجدده بعده۔[1]

جس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ان چار کے علاوہ کوئی چیز حرام نہ تھی لہذا یہ حصر درست ہے بعد میں محرمات میں اضافہ اس کے منافی نہیں ہے۔

۲۔ یہ حصر ایک خاص پس منظر میں ہے، جس کی وضاحت اس طرح ہے کہ مشرکینِ عرب نے بہت سی حلال چیزوں کو اپنے اوپر خود حرام کر رکھا تھا جیسے بحیرہ (وہ جانور جس کا دودھ دوہنا چھوڑ دیا جاتا اور اس کو بتوں کے لئے مختص کر دیا جاتا)، سائبہ (وہ جانور جو بتوں کے لئے مختص ہوتا نہ اس پر سواری کی جاتی نہ ہی اس کو بوجھ اٹھانے کے لئے استعمال کیا جاتا)، وصیلہ (وہ مادہ اونٹنی جو مسلسل دو مادہ بچے جن دیتی)، حام (وہ مذکر اونٹ جس کی نسل سے کئی بچے پیدا ہو چکے ہوتے)، اللہ تعالی نے اس آیت مبارکہ کے ذریعے واضح فرمایا کہ حرام وہ نہیں جسے تم حرام کر لیتے ہو بلکہ حرام وہ ہے جس کو ہم نے حرام کیا ہے۔ اس کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ یہ حصر اضافی ہے نہ کہ حصر حقیقی۔[1]

۳۔اس آیت مبارکہ میں استیناف بیانی ہے، جس کی وضاحت یہ ہے کہ گزشتہ آیات میں اللہ تعالی نے پاکیزہ اور طیب چیزوں کو استعمال کرنے کی تلقین فرمائی جس سے یہ پہلو ابھر کر سامنے آتا ہے کہ پاکیزہ اشیاء کون سی ہیں جس کی وضاحت کے لئے محرمات کو ذکر کردیا گیا جو طیبات کی ضد ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان محرمات کے علاوہ طیبات ہیں اور مشہور مقولہ ہے "تعرف الاشیاء باضدادها" (اشیاء کو اضداد سے پہچانا جاتا ہے)۔[1]

۴۔اس میں تعریض ہے یعنی کفار کے ایک عمل قبیح کی طرف اشارہ ہے جس کے وہ مرتکب تھے، حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام کرتے ہیں اور جو حرام ہیں ان کو حلال جیسے مردار اور خون، تعریض کا مطلب ہوتا ہے: مایفهم به السامع مراده من غير تصريح[1] یعنی سامع کا متکلم کی مراد کو بغیر تصریح کے سمجھنا، چنانچہ آیت مبارکہ میں بھی مشرکین مکہ پر تعریض ہے۔

٦۔ مفہوم مخالف اور فرقہ مجبرہ کا استطاعت مع الفعل پر استدلال:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۔[29] اور لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا اللہ کا حق ہے جو شخص اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اس کا مفہوم شرط ہے "ان من لم يكن مستطيعا فالحج ليس فرضا وواجبا عليه" جس کے پاس استطاعت نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہے۔

استطاعت کی دو اقسام ہیں ،۱۔استطاعت بمعنی سلامتی اسباب و آلات، ۲۔ استطاعت بمعنی قدرت حقیقیہ، اول استطاعت کا قبل الفعل ہونا لازمی ہے اور اسی پر وجوب کی بنیاد ہوتی ہے اور دوسری استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے، جس کے ساتھ فعل کو انجام دیا جاتا ہے، اس کو "توفیق کا ملنا" بھی کہا جا سکتا ہے۔ معتزلہ اور مجبرہ کی رائے میں استطاعت بالفعل مامور بہ کے واجب ہونے کے لئے لازمی ہوتی ہے۔ جمہور کے متعدد دلائل ہیں جن میں ایک یہ آیت مبارکہ بھی ہے، چنانچہ علامہ طوسی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وفي الآية دلالة على فساد مذهب المجبرة إن الاستطاعة مع الفعل، لأن الله تعالى أوجب الحج على المستطيع. ومن لا يستطيع، فلا يجب عليه وذلك لا يكون إلا قبل فعل الحج۔[30]

یہ آیت مجبرہ کے مذہب کے بطلان پر دلالت کرتی ہے کہ استطاعت مع الفعل ہوتی ہے،اس لئے کہ اللہ تعالی نے حج کو مستطیع پر لازم قرار دیا ہے اور جو مستطیع نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہے اور یہ (استطاعت) حج سے قبل ہونا لازمی ہے۔

۷۔اجتناب کبائر کا غفران صغائر کا سبب ہونا(معتزلہ کا مفہوم مخالف سے استدلال اور اس کا رد):

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا[31]۔ اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کے مقام میں داخل کریں گے۔

اس کا مفہوم مخالف ہے"انهم ان لم يجتنبوا الكبائر لا تكفر الصغائر ولا يدخلون الجنة "اگر تم بڑے گناہوں سے نہ بچو گے تو صغائر معاف نہیں ہوں گے اور نہ ہی تم جنت میں داخل ہو گے۔

معتزلہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ جو شخص کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اس کے صغیرہ گناہوں کو معاف کر دینا اللہ تعالی پر لازم ہے ان حرف شرط کے ساتھ اس کو ذکر فرمایا ہے اور جب شرط کا تحقق ہوتا ہے تو اس پر جزا کا پایا جانا لازمی امر ہے۔اس کے متعدد جواب ہیں،

۱۔اللہ تعالی پر کوئی چیز لازم نہیں ہے اور جو چیزیں اللہ پاک نے اپنے اوپر لازم کی ہیں وہ بطور فضل اور احسان کی ہیں۔

۲۔عام طور پر کلمہ "ان" اور "اذا" کا استعمال اس معنی میں ہوتا ہے کہ مشروط کے پیچھے جزا کا وجود ہو، لیکن یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے، چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے" إن دخلت الدار، أو إذا دخلت الدار فأنت طالق، "اگر تو گھر میں داخل ہوئی یا جب تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔وہ عورت ایک مرتبہ گھر میں داخل ہوئی تو اس کو طلاق واقع ہو جائے گی البتہ اگر وہ اس کے بعد داخل ہوئی تو طلاق کا وقوع نہ ہو گا، اگر کلمہ "ان" اور "اذا" کا استعمال اس معنہ میں ہوتا کہ جب بھی شرط ہو تو جزا کا تحقق ہو تو دوسری اور تیسری مرتبہ داخل ہونے پر بھی طلاق کا وقوع ہو جاتا، معلوم ہوا کہ یہ دونوں کلمے اس معنی میں عمومی طور پر مستعمل نہیں ہوتے۔[32]

۸۔فرقہ وعیدیہ کا مفہوم مخالف سے وعید کی قطعیت پر استدلال اور اس کا رد:

ابو قاسم الکعبی[33] نے اصحاب کبائر کے حق میں وعید کی قطعیت پر اس آیت سے استدلال کیا ہے، طرزِ استدلال اس طرح ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیت مبارکہ میں کبائر کا ذکر پہلے کرتے ہوئے پ ارشاد فرمایا کہ کبائر سے اجتناب کرنے سے صغائر معاف ہو جاتے ہیں اس کا مفہوم مخالف ہے کہ جو شخص کبائر سے اجتناب نہیں کرے گا تو اس کے گناہ معاف نہیں ہوں گے، لہذا اگر توبہ کے بغیر کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی معافی ممکن ہوتی تو گناہوں کی معافی کو اجتنابِ صغائر کے ساتھ مقید نہ کیا جاتا۔

اس استدلال کا متعدد طریقوں سے جواب دیا گیا ہے،

ا۔یہ استدلال مفہوم مخالف (تخصیص الشیء بالذکر) کی بنیاد پر ہے جو کہ درست نہیں ہے اس لئے کہ معتزلہ کے نزدیک تو یہ اصول باطل ہے اور جمہور کے نزدیک اس استدلال کی دلالت ظنی ہوتی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

۲۔اس آیت مبارکہ میں حرف شرط "ان" کا استعمال کیا گیا ہے جو کہ شرط کے معنی پر دلالت کرتا ہے یعنی جزاء کے وجود پر شرط کے ہونے کی صورت میں اور شرط کے نہ ہونے کی صورت میں جزاء کے عدم وجود پر" لیکن یہ دلالت بھی ضعیف ہے جس کے چند نظائر درج ذیل ہیں،

ا۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَٱشْكُرُواْ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُون[34] (تم شکر کرو اللہ تعالی کا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو،) حالاں کہ شکر کرنا ہر حال میں واجب ہوتا ہے چاہے کوئی اس کی عبادت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔

۲۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے: فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ[35] پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو ۔حالاں کہ ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانا ہر حال میں جائز ہے دو آدمی دستیاب ہوں یا نہ ہوں۔

۳۔اللہ تعالیٰ کاارشادہے: فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ[36] پھر اگر دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو ان کے لیے دو تہائی حصہ چھوڑے گئے مال میں سے ہے، حالاں کہ اگر لڑکیاں دو ہوں تو ان کا حصہ بھی ثلثان ہے۔ان تمام مثالوں سے معلوم ہوا کہ حرف شرط ان کی دلالت ظنی ہوتی ہے نہ کہ قطعی۔

۳۔معتزلہ کے مشہور امام قاضی عبدالجبار کا مسلک یہ ہے کہ حرف شرط "ان" کے لئے لازمی نہیں ہے کہ شرط کے نہ ہونے پر جزاء کا وجود بھی نہ ہو، لہذا علامہ کعبی کا استدلال سمجھ سے بالاتر ہے اور اس کے جواب میں صرف یہ کہا جا سکتا ہے: أن حب الانسان لمذهبه قد يلقيه فيما لا ينبغي "اپنے مذہب اور رائے سے محبت اس کا ارتکاب کرواتی ہے جب مناسب نہیں ہوتا۔[37]

۴۔امام مسلم اصفہانی فرماتے ہیں اس آیت کا سیاق وسباق بتلاتا ہے یہ ان آیات کے بعد ہے جن میں اللہ تعالی نے محرمات سے نکاح کی حرمت، عورتوں سے الگ رہنا، اور یتیموں کے مال کو ناجائز طور پر کھانے سے روکا ہے اس روشنی میں اس آیت مبارکہ کا مطلب ہے،

"إن تجتنبوا هذه الكبائر التي نهيناكم عنها كفرنا عنكم ما كان منكم في ارتكابها سالفا" اگر تم ان بیان کردی کبائر سے رک جاتے ہو جو گزشتہ کمی کوتاہی باقی اس کو مٹادیا جائے گا۔[38]

مبحث سوم: نتائج بحث:

نمبر	بحث/مسئلہ	حاصلِ کلام و نتیجہ (Key Findings)
1	اصولِ استدلال	مسکوت عنہ کے خلاف اگر کوئی اقوی نص (منطوق) موجود ہو، یا قید کا مقصد صرف ترغیب وتاکید ہو، یا واقعہ مفہومِ موافق کے تحت آتا ہو، تو وہاں مفہومِ مخالف بالاتفاق باطل ہو جاتا ہے۔

نمبر	بحث/مسئلہ	حاصلِ کلام و نتیجہ (Key Findings)
2	الحادی اعتراض کا جواب	ہدایت پر چلنے والوں سے خوف و حزن کی نفی دائمی یا آخرت کے اعتبار سے ہے، دنیا میں عارضی پریشانیاں قانونِ الٰہی (امتحان) کے تحت آسکتی ہیں، لہذا ملحدانہ اعتراض لغو ہے۔
3	فاسق کی امامت (معتزلہ)	معتزلہ نے آیتِ عہد سے فاسق کی امامت کی نفی کی، جبکہ جمہور کے نزدیک آیت میں "ظالم" سے مراد کافر ہے، اور عام فاسق کی امامت کا بطلان اس سے ثابت نہیں ہوتا۔
4	عقیدہ معصومیت (اہل تشیع)	اہل تشیع کا مفہومِ مخالف سے ائمہ کی معصومیت ثابت کرنا اصولی طور پر غلط ہے، کیونکہ آیت میں امامت سے مراد "نبوت" ہے جس کا جعلِ خاص اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اور نصِ منطوق کے مقابلے میں مفہوم متروک ہو جاتا ہے۔
5	خلافتِ شیخین پر اعتراض	روافض کا یہ اعتراض کہ شیخین قبل از اسلام حالتِ شرک (ظلم) میں تھے، لغت اور عام محاورات کے خلاف ہے؛ کیونکہ اسلام لانے اور توبہ کرنے کے بعد ماضی کی صفت کا اطلاق حال پر نہیں کیا جاسکتا۔
6	حصرِ محرماتِ اربعہ	قرآن میں چار چیزوں کی حرمت کا حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے، جو کہ مشرکینِ مکہ کی خود ساختہ حرام کردہ چیزوں کے ردِ عمل میں نازل ہوا تھا۔

نمبر	بحث/مسئلہ	حاصلِ کلام و نتیجہ (Key Findings)
7	استطاعت مع الفعل (مجبرہ)	آیتِ حج سے ثابت ہوتا ہے کہ حج کی فرضیت کے لیے استطاعت (صحت و اسباب) کا فعل سے پہلے ہونا شرط ہے، جس سے مجبرہ کے اس نظریے کا بطلان ہوتا ہے کہ استطاعت صرف فعل کے ساتھ ہوتی ہے۔
8	وعید کی قطعیت (وعیدیہ)	وعیدیہ اور معتزلہ کا حرفِ شرط "اِنْ" کے مفہوم سے کبائر کے مرتکب کے لیے توبہ کے بغیر معافی کو ناممکن کہنا ضعیف ہے، کیونکہ قرآن کی متعدد نظائر سے ثابت ہے کہ حرفِ شرط "اِنْ" کی دلالت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مفہومِ مخالف سے استنباط کا طریقہ کار اہمیت کا حامل ضرور ہے لیکن اسے عقائد اور فروعی مسائل میں متفقہ اصولی ضوابط اور شریعت کی دیگر محکم نصوص کے تابع رکھنا لازم ہے، ورنہ فکری گمراہی اور نصوص میں تعارض لازم آتا ہے۔

حوالہ جات

[1]۔ سورۃ الاعراف، ۷: ۲۰۴۔

[2]۔ القشیری، مسلم بن حجاج: صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب: فی الانصات یوم الجمعہ، رقم الحدیث: ۱۹۶۵۔

[3]۔ سورۃ البقرہ، ۲: ۱۷۸۔

[4]۔ سورۃ مائدۃ، ۵: ۴۰۔

[5]۔ ابوزہرہ، شیخ محمد: اصول الفقہ، (دار الفکر العربی)، ۱۵۱۔

[6]۔ سورۃ المائدہ، ۵: ۳۔

[7] ۔القشیری، مسلم بن حجاج:صحیح المسلم،کتاب الحج،باب:سفر المراة مع محرم ،رقم الحدیث:۳۲۶۴۔

[8] ۔سورۃالبقرہ،۲:۲۳۶

[9] ۔سورۃالنساء،۴:۱۰۔

[10] ۔سورۃ الاسراء۲۳:۱۷۔

[11]۔سورۃالبقرۃ،۲:۳۸۔

[12]۔ابن عاشور محمد طاہر بن محمد،التحریر والتنویر،(تونس:الدارالتونسیہ للنشر،۱۹۸۴ء)،۴۴۴/۱۔

[13]۔العمادی،الحنفی،ابوالسعود بن محمد: تفسیرارشادالعقل السلیم إلی مزایاالکتاب الکریم،(ریاض)،۱۶۱/۱۔

[14]۔الرازی، فخرالدین بن ضیاءالدین، تفسیر کبیر ومفاتیح الغیب،(بیروت:دارالفکر،الطبعۃالاولی ۱۹۸۱ء)،

[15]۔سورۃ فاطر،۳۵:۳۴۔

[16]۔ابوحیان الاندلسی، محمد بن یوسف: تفسیرالبحرالمحیط،(بیروت:دارالکتب العلمیہ،الطبعۃالاولی،۱۴۳۱ھج)،۳۳۲/۱۔

[17]۔الطبرسی،ابوعلی فضل بن حسن:تفسیر مجمع البیان فی تفسیر القرآن،(بیروت:دارالعلوم)،۱۲۲/۱۔

[18]۔سورۃالبقرۃ،۲:۱۲۴۔

[19]۔آپ کا نام امام قاضی القضاۃ عبداللہ بن عمر البیضاوی ہے۔آپ بیضاء میں پیدا ہوئے اس لئے بیضاوی کے طور پر جانے جاتے ہیں۔فقہ،قرآن،اور حدیث میں ید طولی رکھتے تھے۔مشہور کتب میں انوار التنزیل واسرار التاویل،منھاج الوصول اور نظام التاریخ ہیں۔(الذھبی، شمس الدین محمد بن احمد الذھبی: سیر اعلام النبلاء،۱۸۳/۲۰۔)

[20]۔البیضاوی،عبداللہ بن عمر:انوارالتنزیل واسرارالتاویل،(مصر:دارالکتب العلمیۃالکبری،)،۱۸۷/۱۔

[21]۔نفس مصدر

[22] ۔۔ النسفی،عبد اللہ بن احمد: تفسیر المدارک المسمی مدارک التنزیل و حقائق التاویل،(کراچی:قدیمی کتب خانہ،)،۷۹/۱۔

[23]۔نفس مصدر

[24]۔نعمانی،مولانا محمد منظور:ایرانی انقلاب،(کراچی:حاجی عارفین اکیڈمی،۱۹۸۵ء)،۱۱۴۔

[25]۔الطبرسی،ابوعلی فضل بن حسن:تفسیر مجمع البیان فی تفسیر القرآن،(بیروت:دارالعلوم)،۱۲۲/۱۔

[26]،تھانوی،علامہ اشرف علی:بیان القرآن(کراچی:ایچ ایم سعید کمپنی،)،۶۸/۱۔

[27]۔۔الرازی، فخر الدین بن ضیاءالدین: تفسیر کبیر ومفاتیح الغیب،(بیروت: دارالفکر،الطبعۃالاولی ۱۹۸۱ء)، ۳/۴۳۔

[28]۔ سورۃ بقرۃ، ۲: ۱۷۳۔

[29]۔ سورۃ آل عمران، ۳: ۹۷۔

[30]۔الطوسی، تفسیر التبیان الجامع لعلوم القرآن،(بیروت: داراحیاءالتراث،)۲/۵۳۸۔

[31]۔ سورۃ النساء، ۴: ۳۱۔

[32]۔الرازی، فخر الدین بن ضیاءالدین: تفسیر کبیر ومفاتیح الغیب،(بیروت: دارالفکر،الطبعۃالاولی ۱۹۸۱ء)، ۳/۴۳۔

[33]۔ابو قاسم عبداللہ بن احمد بن محمود بلخی المعروف الکعبی معتزلہ کے بغدادی علما میں شمار ہوتے ہیں اور ابو علی الجبائی کے ہم عصر تھے۔انھوں نے علمِ کلام پر کئی کتابیں تصنیف کیں۔الکعبی نے معتزلی متکلم ابوالحسین الخیاط سے تعلیم حاصل کی۔(الذھبی، شمس الدین محمد بن احمد: سیر اعلام النبلاء، ۱۴/۳۱۳۔)

[34]۔ سورۃ بقرہ۔ ۲: ۱۷۲۔

[35]۔ سورۃ بقرہ، ۲: ۲۸۲۔

[36]۔ سورۃ نساء، ۴: ۱۱۔

[37]۔الرازی، فخر الدین بن ضیاءالدین: تفسیر کبیر ومفاتیح الغیب،(بیروت: دارالفکر،الطبعۃالاولی ۱۹۸۱ء)، ۳/۴۳۔

[38]۔ نفس مصدر